مذاکرۂ علمیّہ

مسئلہ جبر و قدر

(۵)

خلاصہ مباحث گذشتہ پچھلی چار صحبتوں میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اب تک انسان نے اس مسئلہ کو سمجھنے کی جتنی کوششیں کی ہیں وہ سب ناکام ہوئی ہیں۔ اور ان تمام ناکامیوں کی وجہ صرف ایک ہے، یعنی ان ذرائع کا فقدان جن سے انسان اس وسیع کائنات کے نظام حکومت، اور اس عظیم الشان سلطنت الٰہی کے دستور اساسی کو معلوم کر سکے۔ ہمارے سامنے ایک زبردست کارخانہ چل رہا ہے۔ ہم خود اس کارخانے کے کل پرزوں میں سے ایک حقیر پرزہ ہیں۔ اور اس کے دوسرے پرزوں کے ساتھ ہم بھی حرکت کر رہے ہیں۔ بس اتنا ہی ہم کو معلوم ہے۔ رہیں وہ قوتیں جو اس کارخانے کو چلا رہی ہیں، اور وہ قوانین جن کے ماتحت اس کے کام چل رہے ہیں، تو ان تک رسائی حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ نہ ہمارے حواس وہاں تک پہنچ سکتے ہیں، اور نہ ہماری عقل اس کے اسرار کو پا سکتی ہے۔ احساس و ادراک سے ماوراء حقیقتوں کو چھوڑیئے۔ ہم نے تو ابھی تک کائنات کے ان مظاہر کا بھی پوری طرح احاطہ نہیں کیا ہے۔ جو سرحد ادراک و احساس سے خارج نہیں ہیں۔ جو کچھ ہم نے اپنے حواس سے محسوس کر لیے ہیں۔ اور جو کچھ قیاس و استقراء کے ذریعہ سے کسی حد تک ہمارے علم میں آسکا ہے وہ مظاہر کائنات کے لامتناہی سمندر میں ایک قطرہ سے زیادہ نہیں ہے۔ گویا ہمارے علم اور وسائل علم کو ہمارے جہل اور اسباب جہل کے ساتھ وہی نسبت ہے جو متناہی کو لامتناہی کے ساتھ۔ ایسی حالت میں یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں ہے کہ ہم اس کارخانے کے باطنی نظام، اور اس میں اپنی صحیح پوزیشن کو سمجھ سکیں

ہمارا خود اپنے ذرائع علم سے اس کو سمجھنا تو درکنار، اگر خداوند تعالیٰ کی جانب سے ہمارے سامنے اس کو بیان کیا بھی جاتا، تب بھی ہم اپنی محدود عقل سے اس کے معانی کو نہ سمجھ سکتے ۔

عود الی المقصود اب ہمیں اصل سوال کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ سوال یہ تھا کہ قرآن مجید میں مسئلہ جبر و قدر کی طرف جو اشارات کئے گئے ہیں ان میں بظاہر تناقض نظر آتا ہے۔ کہیں بندے کو خود اپنے افعال کا فاعل قرار دیا گیا ہے اور اسی پر نیک و بد کی تمیز قائم کرکے جزا و سزا کی وعدہ وعید کی گئی ہے۔ کہیں بندے سے قدرت فعل کو سلب کرکے تمام افعال کی نسبت خدا کی طرف کردی گئی ہے اور کہیں ایک ہی فعل خدا اور بندے دونوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ کہیں بندے کو ہدایت قبول کرنے اور ضلالت سے نکلنے کی دعوت اس طرح دی گئی ہے کہ گویا اس میں ترک و اختیار کی طاقت ہے اور کہیں کہا گیا ہے کہ ہدایت و ضلالت خدا کی طرف سے ہے خدا ہی گمراہ کرتا ہے اور خدا ہی سیدھے رستے پر ڈالتا ہے۔ کہیں بندہ کے لئے مشیت ثابت کی گئی ہے، اور کہیں کہدیا گیا ہے کہ بندے کی مشیت کوئی چیز نہیں، اصل مشیت خدا کی ہے۔ کہیں شرور و معاصی کو بندے کی طرف منسوب کیا گیا ہے، کہیں ان کا باعث شیطان کو قرار دیا گیا ہے، اور کہیں بتایا گیا ہے کہ خیر اور شر سب خدا کی طرف سے ہیں۔ کہیں کہا گیا ہے کہ خدا کے اذن کے بغیر کوئی کچھ نہیں کرسکتا، اور کہیں نافرمان انسانوں کو الزام دیا گیا ہے کہ انہیں خدا نے جو کچھ حکم دیا تھا انہوں نے اس کے خلاف کیا۔ اگر یہ باتیں باہم متناقض ہیں جیسا کہ بظاہر نظر آتا ہے، تو ایسی کتاب کو ہم کتاب آلہی کیسے کہ سکتے ہیں جس میں ایسی متناقض باتیں ہوں؟ اور اگر ان میں تناقض تسلیم نہیں کیا جاتا، تو بتایا جائے کہ ان کے درمیان توفیق و تطبیق کی کیا سبیل ہے؟

امور ماوراء طبیعت کے بیان سے قرآن کا اصل مقصد اس سوال پر غور کرنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ قرآن کریم میں نہ صرف مسئلہ جبر و قدر بلکہ جملہ امور ماوراء طبیعت کی طرف جو اشارات کئے گئے ہیں ان کا اصل مقصد ان امور کی حقیقت بتانا نہیں ہے اور نہ اسرار آلہی پر سے پردہ اٹھانا ہے۔

یہ کم اول تو وہ بسیط حقیقتیں جو اس وسیع کائنات کے ورق ورق پر لکھی ہوئی ہیں اپنی تفصیلات کیساتھ کسی ایسی کتاب میں سما سکتی ہیں جسے انسان پڑھ سکتا ہو اور نہ کوئی انسانی بولی ان کے بیان کی متحمل ہو سکتی ہے۔ ان کے لئے لامتناہی دفتر چاہییں، ان کو پڑھنے کے لئے ازلی و ابدی زندگی درکار ہے۔ ان کو بیان کرنے کے لئے غیر ملفوظ عقلی کلام اور ان کو سننے کے لئے بے آواز عقلی سماع کی حاجت ہے۔

قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا (۱۸: ۱۲)

اے پیغمبر ان سے کہدے کہ اگر سمندر میرے پروردگار کے کلمات کو لکھنے کے لئے روشنائی بن جاتا، تو وہ ان کے ختم ہونے سے پہلے ہی خرچ ہو جاتا، اور اگر ہم ایک سمندر اور اس کی مدد کیلئے لے آتے تب بھی میرے رب کے کلمات تمام نہ ہوتے۔

دوسرے اگر ان کو بیان کیا بھی جاتا، تو جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے، انسان اپنے ان محدود ذرائع ذہنی سے جو اسے عطا کیے گئے ہیں، ان کو سمجھ نہ سکتا۔ انسان کی عقل کا یہ حال ہے کہ اگر ارسطو یا فیثاغورس کے زمانہ میں کوئی شخص بیسویں صدی عیسوی کے ٹیلیفون، سینما، ریڈیو اور ہوائی جہاز کی تفصیلات بیان کرتا، تو سب سے پہلے وہ لوگ اس پر جنون کا حکم لگاتے جو آج تک سرآمد عقلاء سمجھے جاتے ہیں۔ اور اگر آج بیسویں صدی میں ان چیزوں کی کوئی تشریح کی جائے جو اب سے ہزار برس بعد دنیا میں ظاہر ہونے والی ہیں، تو ہمارے بڑے سے بڑے فلسفی اور حکیم بھی اس کو نہ سمجھ سکیں گے یہ ان چیزوں کا حال ہے جن کو جاننے اور سمجھنے کی استعداد انسان میں بالقوت موجود ہے، اور فرق صرف قوت و فعل کا ہے۔ مگر جن امور کو سمجھنے کی استعداد ہی سرے سے اس میں نہیں ہے جو اس کے تصور میں کسی طرح سما ہی نہیں سکتے، ان کو بیان کرنے سے آخر کیا فائدہ مترتب ہو سکتا تھا؟ اسی لئے قرآن کہتا ہے کہ:۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

ان کے سامنے اور ان کے پیچھے جو کچھ ہے خدا جانتا ہے

وَلَا يُحِيطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (۲: ۲۵۵) مگر وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرسکتے بجز ان باتوں کے جن کا علم وہ خود ان کو بخشنا چاہے۔ اس کا علم تو آسمانوں اور زمین، سب پر چھایا ہوا ہے۔

پس اس قسم کے امور کی طرف قرآن میں جو اشارات کئے گئے ہیں، وہ زیادہ تر ان مقاصد کو مدد پہنچانے کے لئے ہیں جن کا تعلق انسان کے اخلاقی اور عملی مفاد سے ہے۔ اور بعض مقامات پر ان سے مقصود حقیقت شناس نظر اور اعلیٰ روحانی بصیرت رکھنے والوں کو اسرار الٰہی کا کچھ تھوڑا سا علم بخشنا ہے۔ اور کہیں بیان کا سیاق اور موقع و محل کا اقتضاء ان اشارات کی طرف داعی ہوا ہے، جن کو غور و تأمل اور فکر صحیح سے ہم تھوڑا بہت سمجھ سکتے ہیں۔

مسئلہ قضاء و قدر کے بیان کا منشاء اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ قضاء و قدر کے مسئلہ پر جو اشارات کلام اللہ میں آئے ہیں ان کا اصل مقصد یہ ہی نہیں کہ ہم سے وہ چیز بیان کی جائے جس کے سمجھنے کی قابلیت و استعداد ہم میں سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ اصل میں جو کچھ مقصود ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ انسان میں قناعت، کامل سپردگی، توکل علی اللہ، صبر و استقامت اور دنیوی طاقتوں سے بے خوفی پیدا کی جائے، اور اس میں اخلاقی قوت کی ایسی روح بھر دی جائے جس کی موجودگی میں مایوسی، پریشانی، خوف، حسد، رشک اور لالچ اس کے پاس پھٹکنے نہ پائیں وہ اس قوت کے ذریعہ سے حق و صداقت اور نیکی کے طریق پر قائم رہے، اس کی طرف دوسروں کو دعوت دے، اس کے لئے سخت مشکلات کا مقابلہ کرے، اس کی راہ میں جتنی آزمائشیں پیش آئیں ان میں ثابت قدم رہے، نہ خدا کے سوا کسی سے مضرت پہنچنے کا اندیشہ کرے اور نہ کسی سے ذرہ برابر فائدے کی امید رکھے۔ نہ بے سروسامانی میں ہمت ہارے اور نہ سروسامان پر بے جا اعتماد کرے۔ نہ زندگی کی ناکامیوں پر شکستہ خاطر ہو، اور نہ کامیابیوں سے مخمور ہو کر سرکشی پر اتر آئے۔ مثال کے طور پر آیات ذیل ملاحظہ ہوں جن سے اصل مقصود پر روشنی پڑتی ہے

اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا (۲: ۲۰)	تمام قوت کا مالک صرف خدا ہے۔
یٰاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ (۳۵: ۳)	اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو، اور در اصل بے نیاز وہی ہے۔
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِیْلًا (۷۳: ۱)	اپنے پروردگار کا نام لے اور سب سے ٹوٹ کر اسی کا ہو جا۔ وہ مشرق اور مغرب سب کا پالنے والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس تو اسی کو اپنا کارساز بنا لے۔
اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ (۲: ۱۳)	کیا تو نہیں جانتا کہ آسمانوں اور زمین کی حکومت کا مالک خدا ہی ہے، اور اللہ کے سوا تم لوگوں کا کوئی حامی و مددگار نہیں ہے۔
اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (۳: ۱۷)	اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہے۔ جو ایمان والے ہیں ان کو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔
قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۳: ۳)	کہو کہ خدایا تو ہی ملک کا مالک ہے جس کو چاہتا ہے حکومت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے حکومت چھینتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ سب بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ تو یقیناً ہر چیز پر قادر ہے۔

قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ	کہو کہ فضیلت اللہ کے ہاتھ میں ہے، جس کو چاہتا ہے
وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ	بخشتا ہے۔ اور وہ بہت کشادہ دست و صاحب علم
مَنْ يَّشَاءُ (۳: ۸)	ہے۔ اپنی رحمت کے لیے جس کو چاہے مخصوص کرے
لَهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ	آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں ہیں جسے
لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ	چاہتا ہے کشادگی کے ساتھ رزق عطا کرتا ہے اور جس کو
(۴۲: ۲)	چاہتا ہے ایک اندازے سے نپا تلا دیتا ہے۔ وہ ہر شئے کے حال سے خوب واقف ہے
وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ (۱۶: ۱۰)	اور اللہ ہی ہے جس نے تم کو رزق میں ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے
وَإِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ	اگر اللہ تجھکو نقصان پہونچائے تو اس کے سوا کوئی اس نقصان کو دور
وَإِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَّشَاءُ	کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تجھے فائدہ پہونچائے تو کوئی اس کے فضل کو
مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (۱۰: ۱۱)	پھیرنے والا نہیں ہے اپنے بندوں میں سے وہ جس کو چاہے فائدہ پہونچائے وہی بخشنے والا اور مہربان ہے
وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ (۲: ۱۲)	وہ اپنی تدبیر سے کسی کو خدا کے اذن کے بغیر نقصان نہیں پہونچا سکتے
قُلْ لَّنْ يُّصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا وَ	کہو کہ ہم پر کوئی مصیبت نہیں آئی مگر اس کے جو اللہ نے ہمارے نصیب میں
عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (۹: ۷)	لکھدی ہے۔ وہی ہمارا مولیٰ ہے اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے
وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ	کوئی شخص اللہ کے اذن کے بغیر نہیں مر سکتا۔ موت کا
كِتَابًا مُّؤَجَّلًا (۳: ۱۵)	وقت مقرر ہے اور وہ پہلے سے لکھا ہوا ہے۔
يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا	وہ کہتے ہیں کہ اگر تدبیر میں ہمارا بھی دخل ہوتا تو ہم یہاں
هٰهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ	نہ مارے جاتے ان سے کہو اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے
كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلٰى مَضَاجِعِهِمْ	تب بھی جن لوگوں کے نصیب میں مارا جانا لکھ دیا گیا تھا
(۳: ۱۶)	وہ خود اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے۔

(باقی)